© rasailojaraid.com

ڈانکلن ایونز

مترجم: اشفاق انور

تاریخ کا خاتمہ یا گم گشتہ یوٹوپیا

افلاطون کے وقت سے مغرب کے مفکرین ہمیشہ کسی مثالی معاشرہ (یوٹوپیا) کا خواب دیکھتے آئے ہیں جو شاید کبھی حقیقت کا رُوپ نہ دھار سکے۔ البتہ وہ ہمارے سوچنے کے لیے کچھ شریفانہ اور حسین تصورات چھوڑ گئے کہ ایک مثالی معاشرہ کسی دن کیسے وجود میں آ سکتا ہے؟ ٹامس مور، ٹوماسو، کامپانیلا، فرانسس بیکن اور کارل مارکس سبھی ایک ایسے مستقبل کی منظرکشی کرتے رہے جس میں باہم زندگی بسر کرنے کا شدید احساس پایا جائے، جہاں کام بطریقِ احسن انجام دیئے جائیں اور فرصت کے اوقات دانائی سے اور تخلیقی انداز سے گزارے جائیں۔ اب اکیسویں صدی کے اوائل میں تصوریت کی یہ دیرینہ روایت تو غائب ہو چکی ہے اور ہمارے سامنے کوئی تخیل موجود نہیں، محض صارفیت کی موہوم تسلیاں رہ گئی ہیں۔

فرانسس فوکویاما نے سولہ سال پہلے سوویٹ بلاک کے زوال کو "تاریخ کا خاتمہ" قرار دیا تھا۔ اس کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ آزاد جمہوریت نے انسانی حکومت کی تمام متبادل صورتوں پر فتح حاصل کر لی ہے۔ تاہم حکومت کی نسبت انسانی تاریخ کے اور بھی کچھ پہلو ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یوٹوپیا کے تمام بڑے نظریات زیادہ دُنیاوی معاملات کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں جیسے کہ کارکردگی اور واقعاتِ فرصت کی نوعیت، اور مقامی معاشروں کی ساخت جن کو حاکمیت کے عظیم مسائل سے زیادہ قابلِ توجہ سمجھا جاتا ہے۔

ٹامس مور، کامپانیلا اور بیکن سبھی اس بات پر متفق ہیں کہ سب افراد کو لازماً کام کرنا ہوگا۔ جب کام کو تمام افرادِ معاشرہ میں تقسیم کر دیا جائے تو کامپانیلا کے تخمینے کے مطابق ہر شخص کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

روزانہ چار گھنٹے سے زیادہ کام نہیں کرنا پڑے گا۔ اس طرح فرصت یا فراغت کا وقت بہت زیادہ ملے گا، اور توانائی بھی حاصل ہوگی جو مثال کے طور پر کامپانیلا کی تجویز کے مطابق لیکچر وغیرہ سننے کے لیے استعمال کی جاسکتی ہے۔ حتیٰ کہ مارکس جیسا شخص، جو اپنے معاشی اور سیاسی نظریات کے سلسلے میں شہرت رکھتا ہے، وہ بھی کمیونسٹ معاشرہ میں روزمرہ کی زندگی میں اس نظریے کو قبول کرتا تھا کہ کوئی شخص اگر چاہے تو ''صبح شکار کھیلے، بعد دوپہر مچھلیاں پکڑے، شام کو مویشی پالے اور رات کو کھانے کے بعد حالات پر تنقید کرے''۔ فوکویاما نے تاریخ کو محض حکومت کے مسئلے تک محدود کر کے کام، فرصت اور معاشرہ سے متعلق کئی مشکل سوالات کو نظروں سے اوجھل کردیا ہے۔ ''تاریخ کا خاتمہ'' دوسرے لفظوں میں محض یوٹوپیا کا خاتمہ ہی تھا۔ تخیلات درحقیقت خطرناک بھی ہوسکتے ہیں۔ مارکس کا خواب تو لاکھوں کروڑوں کے لیے ایک ڈراؤنا خواب ہی ثابت ہوا۔ ۱۹۹۰ء کے عشرے میں بنیادی معاشرتی انقلاب کے تمام تصورات کو شک کی نظر سے دیکھا گیا۔ ایسا لگتا تھا کہ آخرکار انسانیت گویا بالغ ہوگئی ہے، اور اُس نے اس طرح کے طفلانہ منصوبوں کو بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

لیکن حقیقت سے مبرا تصوریت اگر محض سادہ لوحی ہے تو تخیل سے عاری حقیقت پسندی بھی قطعاً مایوس کن ہے۔ اگر واقعی تاریخ کا خاتمہ یہ ہوتا تو بڑا افسوس ناک قسم کا منفی نقطۂ عروج ہوتا۔ یہ دیکھیں کہ مغرب میں ہم زندگی کس انداز سے بسر کرتے ہیں۔ ہم اِن روزافزوں شکست وریخت سے متأثر معاشروں میں پلتے بڑھتے ہیں، اپنے قریبی پڑوسیوں سے بھی شاید ہی کبھی بات چیت کرتے ہیں اور اپنی کار کو خود چلا کر کام پہ جاتے ہیں۔ ہم اعلیٰ معیار کے آراستہ پیراستہ دفتروں میں کام کرتے ہیں، اور گھر واپس آتے وقت سپر مارکیٹ پہ رُک کر کارخانوں کی تیار کردہ خوراک خرید کر لاتے ہیں اور اسے مزہ لیے بغیر کھا لیتے ہیں۔ ہمارے ہاں غیر معمولی ناداری نہیں، بھوک ننگ نہیں اور نہ ہی کوئی جنگ۔ مگر اس کے باوجود ہماری زندگی میں کوئی بڑا ولولہ ہے نہ کوئی خوشی۔ ہمارے پاس اتنی دولت ہے جس کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ پھر بھی پہلے سے کہیں زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو گھٹن اور نااُمیدی کا شکار ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بڑی سیاسی جماعتیں ہمارے موجودہ نظام کی تفصیلات پر مغز کھپانے میں لگی ہوئی ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ ان کا واحد مقصد سانپ کی لکیر کو پیٹنا ہے اور وہ بھی غالباً پیچھے چھوڑے چکے ہیں۔ ان کے پاس کوئی اہم نظریاتی منصوبہ نہیں ہے۔ ان کی یہی خود اطمینانی اور کسی تصوریت کے بغیر اپنے آپ میں مگن رہنے کی عادت ہی جزوی طور پر اس بے رغبتی اور عدم دلچسپی کی مظہر ہے جس سے انتہا پسند لوگ مغربی معاشرے کا جائزہ لیتے ہیں۔ جب جارج بش مشرق وسطیٰ کو جمہوریت برآمد کرنے کی بات کرتا ہے تو اسے اس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ آزادانہ جمہوریت بذات خود ایک ڈھیلا ڈھالا اور بے جان تصور ہے۔ اگر مغرب نے زیادہ اثر انگیز مطمع نظر مہیا کرنا ہے تو پھر یہی وقت ہے کہ ہم ان سوالات پر مزید غور و خوض کریں جن کو افلاطون، ٹامس مور اور مارکس نے اپنے اپنے یوٹوپیا میں زیادہ اہمیت دی ہے، نیز اس مسئلے پر کہ کارکردگی کو زیادہ بارآور کیسے بنایا جائے، اوقات فرصت کو کیونکر بڑھایا جائے، اور معاشرہ وں کو کس طرح زیادہ سے زیادہ دوستانہ بنایا جائے۔

(ڈان / گارڈین نیوز سروس)

(۱/۲۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء)

© rasailojaraid.com